

اسلامی فوجداری قانون میں شبہات کا مقام

پروفیسر انوار اللہ

اسلامی معاشرہ میں ہر فرد کی جان، مال، عزت و آبرو اور نسب کی تحفظ کی پوری ضمانت دی گئی ہے۔ اس لئے جان، مال، عزت اور نسب پر حملہ کرنے والوں کے لئے اسلام نے انتہائی قسم کی سزا میں مقرر کی ہیں اور خود کتاب اللہ اور سنت رسولؐ میں ان سزاؤں کو معین کیا گیا ہے جن کو حدود کہتے ہیں۔ چنانچہ ان سزاؤں میں کمی بیشی کا کسی کو حق نہیں ہے بلکہ جو ہی ان کے شرائط پلئے جائیں ان کو نافذ کیا جائے گا۔ اس لئے چوری، زنا، قذف، ڈکیتی، راہزنی اور شراب نوشی وغیرہ کے لئے قرآن حدیث میں جو سزائیں مقرر ہیں اور یہ انتہائی سخت قسم کی سزائیں ہیں۔ مثلاً شادی شدہ شخص کے زنا کی صورت میں اس کو جرم کرنا، چوری کی صورت میں چور کا ہاتھ کاٹنا، ڈکیتی اور راہزنی کی صورت میں مجرموں کو قتل کرنا یا سولی پر چڑھانا یا ملک بدر کرنا وغیرہ تاکہ معاشرہ سے ان جرائم کی بیخ کنی کی جاسکے اور تمام افراد کی جان و مال، آبرو اور نسب محفوظ رہیں۔ چونکہ حدود کی سزائیں بہت ہی سخت ہیں، اس لئے ان کے شرائط بھی سخت ہیں تاکہ پوری تحقیق کی جائے کہ واقعی مجرم سے یہ جرم یقیناً سرزد ہوا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

شرعیت نے نفاذ حدود کی اہمیت پر بھی زور دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے چنانچہ قرآن کریم میں زنا کی حد کے بارے آیا ہے۔

ولا تأخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ ان کتمتہم توؤمنون باللہ والیوم الآخر
 ولیشہد عذابہما طائفۃ من المؤمنین
 اور اگر تم خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرعِ خدا کے حکم میں تمہیں ان پر
 ہرگز ترس نہ آنے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت
 موجود ہو

اس طرح چوری کی حد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

والسارق والسارقة فاقطعوا یدہما جزاءً بما کسبا نکال من اللہ واللہ وائلہ
 عزیزاً حکیم «اور جو چوری کرے مرد یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ ان کے
 غلوں کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے۔ اور اللہ زبردست اور صاحبِ حکمت ہے
 گو اہی دینے کی بھی قرآنِ پاک میں ناکید آئی ہے۔ اور گواہی نہ دینے کو سختی سے منع کیا گیا ہے
 یعنی جو شخص کسی جرم کے از کتاب کو دیکھے تو ضروری ہے کہ وہ اس کی گواہی دے دے۔ چنانچہ ارشاد ہے
 ولا تکتسبوا الشهادة من یکنسہا فانہ آثم قلبہ» اور شہادت کو مت چھپانا
 اور جو اس کو چھپانے گا وہ دل کا گنہگار ہوگا۔

اس کے علاوہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن اہلِ زمین میں
 کسی ایک حد پر بھی عمل ہوا۔ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان پر چالیس دن بارش ہوتی رہے۔ (سنائی اور
 ابن ماجہ)۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی
 حدود میں سے کسی حد میں سفارش کی تو وہ اللہ کے ساتھ اس کے حکم میں ضد کرنے والا ہوگا۔ ایک
 دوسری حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسام بن زید سے جنہوں نے قبیلہ بنی مخزوم کی ایک
 عورت کی جس نے کہ چوری کی تھی سفارش کی فرمایا کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو، اور سنو!
 اللہ کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کوٹاؤں۔ اس کے علاوہ صحیحین میں حضرت

عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور نے ایک خطبہ میں فرمایا: "اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں سے مالدار چوری کرتا تو ان کو چھوڑا جاتا اور جب کمزور اور غریب چوری کرتا تو اس پر مد قائم کرتے" ان سب دلائل سے ظاہر ہے کہ حد ضرور لگائی جائے۔ اس کی گواہی دی جائے اور اس میں کسی حیلے وغیرہ سے کام نہ لیا جائے۔ اور اس کو روکا نہ جائے بلکہ کوشش کی جائے کہ حد لگ جائے۔

چنانچہ فقہ ظاہریہ کے نزدیک شبہات سے حدود نہ ساقط ہوتی ہیں اور نہ نافذ کی جاتی

ہیں بلکہ یہ تو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہیں۔ اس لئے ان میں کوئی کسی قسم کی گنجائش نہیں ہے اگر حد ثابت نہیں ہوتی تو اس کو مشبہ سے ثابت بھی نہیں کیا جائے گا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "بیشک تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری آبرو تمہارے وجود ایسے قابلِ حرمت اور عزت ہیں جیسے کہ آج کا دن اور یہ جہینہ" اور اگر حد ثابت ہے تو پھر وہ مشبہ سے ساقط نہیں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"تلك حدود الله فلا تعتدوها"

(یہ اللہ کی حدود ہیں ان سے آگے نہ جاؤ)

یعنی ان میں کمی بیشی اور جبد جونی سے کام نہ لویے

لیکن باقی سب فقہاء ان احادیث اور روایات کی بنیاد پر جن میں شبہات سے حدود ساقط ہونے کا ذکر ہے اس بات کے قائل ہیں کہ اگر حدود میں مشبہ پیدا ہو جائے تو وہ ساقط ہو جائیں گی۔ مشبہ کی تعریف فقہاء یوں کرتے ہیں کہ مشبہ ایسی بات کو کہتے ہیں جو یقینی نہ ہو۔ بلکہ یقینی جیسی ہو۔ اس لئے مشبہ کے بارے میں بعض امور ایسے ہیں جن میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا یہ مشبہ ایسا ہے جس کی بنا پر مزا کو نافذ نہ کیا جائے یا ایسا نہیں ہے اور آیا پوچھ گچھ سے ایسا مشبہ پیدا ہوا ہے جو مجرم کو سزا لے کر جرم سے بچا سکے اور معلوم ہو جائے کہ اس شخص نے کیا سمجھ کر

از تکاب جرم کیا۔ آیا اس نے اس گناہ کا ارادہ کرنے میں غلطی کی یا نہیں کی اور کیا از تکاب جرم کے وقت اس نے اس فعل کا اقدام حلال سمجھ کر کیا یا نہیں ظاہر ہے کہ اس روکد اور پوچھ گچھ کا مقصد یہ ہے کہ اس گناہ کے الزام سے جو ایک شخص پر لگا ہے اسے بری قرار دیا جائے اور پوچھ گچھ صرفاً اقرار گناہ کے بعد ہوگی۔ یہ سب ان احادیث پر مبنی ہے جن میں حضور نے فرمایا کہ حد و شبہات سے ساقط کر یعنی شبہات میں پڑھ کر ہزائیں نہ دو چنانچہ حضور نے فرمایا

ادرو الحدود بالشبہات

(شبہات سے حد و ساقط کر دو)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایھا الناس من ارتکب شیاً من ہذا القاذورات فاستتر فہو فی ستور اللہ

ومن ابدی صفحتہ اقمنا علیہ الحد۔

اے لوگو! جس نے ان گندے کاموں میں سے کوئی کام کیا اور اس کو چھپایا تو

گو یا وہ اللہ کے ستر میں (یعنی اللہ نے اس کا کام چھپوایا، اور جس نے اس کو ظاہر کیا تو ہم اس پر حد نافذ کریں گے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق کار نہ تھا کہ فنی امور پر مواخذہ فرمائیں بلکہ جب

تک کہ از تکاب جرم کا پورا یقین نہ ہو جاتا حد نافذ نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لو كنت واجماً احداً بغیر مینة لوجمت فلانة فقد ظهر منها

الرؤیة فی منطقتها وھیئتھا ومن یدخل علیھا

یعنی اگر میں کسی کو ثبوتِ شبہات کے بغیر سنگسار کرتا تو فلانی عورت کو کر تا جس کا

عیب اس کے بیان اور صورتِ حالت اور اس شخص سے ظاہر ہے جو اس کے پاس

گیا۔

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے شام کے علاقے میں ایک شخص (مترکب گناہ) کے اس عذر کو قبول کیا کہ اسے زنا کے حرام ہونے کا علم نہ تھا۔ اسی طرح ان کی اور سیدنا عثمانؓ کی بابت مروی ہے کہ انہوں نے ایک عجیبہ عورت کا یہ عذر جرم زنا سے بریت کے بارے میں قبول فرمایا جس نے کہا کہ مجھے یہ معلوم ہی نہ تھا کہ زنا حرام ہے۔

مندرجہ بالا روایات کے پیش نظر سارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ حدود کے اقدام میں شبہات کے پیدا ہونے سے سزا یعنی حد نافذ نہیں ہوگی۔ البتہ شبہات کی تفصیل میں ان کا اختلاف ہے۔ فقہار حنفیہ کے ہاں شبہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) شبہ عملی (۲) شبہ عملی (۳) شبہ عقد ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ شبہ عملی

اس شبہ کو کہتے ہیں کہ جب کسی کو کسی چیز حلال یا حرام ہونے میں شبہ ہو جائے اور حلال ہونے کی کوئی دلیل نہ ہو اور وہ اس کو حلال سمجھنے کے لئے ایسی چیز کو دلیل سمجھے جو دراصل حلال کی دلیل نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے اور پھر عدت کے دوران اس سے مباشرت کرے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ مطلقہ عورت پر خاوند کو کسی طرح کا اختیار نہیں رہتا کیونکہ تین طلاق کے بعد بیوی کے حرام ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ تاہم اگر مترکب یہ کہتا ہے کہ میں نے اس بیوی کو حلال تصور کر کے اس سے مباشرت کی تھی تو اس پر حد عائد نہ کی جائے گی کیونکہ یہاں شبہ کی گنجائش اس لحاظ سے ہے کہ بیوی پر جو ملکیت نکاح خاوند کی ہوتی ہے۔ اس کا اثر عدت کے دوران بھی باقی رہتا ہے۔ چنانچہ خاوند اپنی مطلقہ بیوی کو عدت کے دوران گھر کے باہر جانے سے روک سکتا ہے اور اس کے نان نفقہ کا ذمہ دار ہونا ہے۔ نیز اس کی عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ

پس ممکن ہے کہ ان امور میں سے کسی امر کے پیش نظر اس شخص نے مباشرت کو حلال تصور کر لیا ہو۔ چنانچہ اس شبہہ کو نہ اسے بچنے کا عذر تصور کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی اپنی ایسی بیوی سے مباشرت کہے جس نے خاوند سے خلع کر لیا ہو یعنی اپنا بیچھا چھڑا لیا ہو اور وہ مہر جو اس نے خاوند سے لیا ہو واپس کر دیا ہو تو یہ مباشرت حرام ہے اور اس پر حد واجب ہوتی ہے لیکن اس میں شبہہ کی گنجائش یوں ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق بائنہ اس لئے اس مباشرت پر حد نہیں ہوگی۔ شبہہ عملی میں یہ ضروری ہے کہ اس کام کے حرام ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو اور یہ کہ مجرم اس کو حلال سمجھتا ہو۔ لہذا اگر ترکیب اس کو حلال نہ سمجھتا ہو یا اس کام کے حرام ہونے پر دلیل ہو تو پھر شبہہ نہیں ہوگا۔ اور جیب ثابت ہو جائے کہ مجرم اس کام کے حرام ہونے کو جانتا تھا تو اس پر حد لازم ہوگی۔

۲۔ شبہہ محلی

یہ وہ شبہہ ہے جو کسی فعل کی حکمی حیثیت میں موجود ہو، یعنی اس ممنوع فعل کے شرعی حکم میں استثناء ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے اس کے حرام ہونے کی جو دلیل ہے وہ اس فعل کے حلال ہونے والی دلیل کے مقابلے میں مشتبہ ہوتی یعنی نہ ہو اس لئے اس فعل کا ترکیب اگر یہ کہے کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے پھر بھی اس پر حد نہیں ہوگی کیونکہ شبہہ دلیل شرعی کے قائم ہونے میں ہے نہ کہ ترکیب کے اس کے بارے میں علم ہونے یا نہ ہونے میں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو صراحتاً نہیں بلکہ کماۓ طلاق بائنہ دیدی مثلاً اس سے کہا کہ تو آزاد ہے یا تیرا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے یا ایسی کوئی بات ہوئی جس سے کنایۃ طلاق پڑ جاتی ہے اور پھر وہ اس سے عدت کے دوران مباشرت کر لیتا ہے تو یہ شبہہ ہے اور اس لئے اس پر حد لازم نہیں ہوگی اس لئے کہ طلاق

باشن بالکنا یہ میں اختلاف ہے اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ کنا یہ سے طلاق باشن نہیں طلاق رجعی ہوتی ہے ، اور طلاق رجعی میں خاوند کا حق بیوی پر قائم رہتا ہے ۔

یا مثلاً اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کے محفوظ مال سے چوری کر لے تو اس کا ماتہ نہیں کاٹا جائیگا۔ کیونکہ باپ کے لئے بیٹے کا مال مباح ہونے کی دلیل موجود ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے ” انت و مالک لابیک (تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے ہیں) اس کو حد کے ساقط کرنے کے سلسلے میں شبہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ شبہ عقد

امام ابو حنیفہ کے ہاں نفس عقد نکاح سے شبہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں مباشرت

سے حد ساقط ہو جاتی ہے ، خواہ وہ عقد ایسا ہی ہو جس کے حرام ہونے پر ائمہ کا اتفاق ہو اور یہ بھی کہ عقد کر نیوالا اس سے پوری طرح باخبر بھی ہو، مثلاً اگر کوئی اپنی محرمات مثلاً ماں ، بہن وغیرہ سے نکاح کرے اور پھر اس کے ساتھ مباشرت کرے۔ البتہ امام ابو یوسف اور امام محمد اس کو شبہ تصور نہیں کرتے اور اس مباشرت کے ترکیب پر حد لازم ٹھہراتے ہیں ۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ نکاح اپنے اہل سے صادر ہوا اور محل کی طرف منسوب ہے تو یہ حد کے وجہ کو ختم کرتا ہے۔ جیسا کہ نکاح بلا گواہ یا متمم کا نکاح وغیرہ اور لفظ نکاح اولیت نکاح کے وجود میں کوئی شک نہیں ہے اور حلال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ محل نکاح حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے کوئی بھی عورت ہے جیسا کہ قرآنی آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء سے ثابت ہے کیونکہ ہر عورت میں محل نکاح بننے کی صلاحیت ہے اس لئے ہر عورت حکم نکاح کا محل ہے اگرچہ شریعت نے بعض عہدوں کو محل ہونے سے نکال دیا ہے تو گویا رکن نکاح اولیت اور عملیت موجود ہیں لیکن صحیح ہونے کی شرط منہیں ہے تو یہ نکاح

فاسد ہو گیا اور نکاح فاسد میں مباشرت کرنا بالاجماع زنا نہیں ہے اس لئے اس پر حد نافذ نہیں ہوگی جیسا کہ نکاح بلاگواہ یا اور کوئی نکاح فاسدہ میں ہے۔

اسی طرح ہر نکاح جس کے باطل ہونے پر اجماع ہو۔ مثلاً پانچویں عورت سے نکاح یا کسی کی بیوی سے نکاح یا کسی کی عورت کی عدت کے دوران اس سے نکاح وغیرہ تو اگر کوئی شخص اس قسم کا نکاح کرے اور پھر منکوحہ عورت سے مباشرت کرے تو امام ابوحنیفہ کے ہاں اس پر حد نہیں ہے کیونکہ نفس عقد نکاح کا وجود ہی ایک شہدہ ہے جو حد کو ساقط کرتا ہے۔ البتہ اس طرح کی صورت میں تعزیر ہے لیکن صاحبین اور ائمہ ثلاثہ اس کو زنا تصور کرتے ہیں اور اس پر حد لازم ٹھہراتے ہیں اسی طرح اگر ایک مرد اور ایک عورت مباشرت کرتے ہوئے پکڑے گئے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم نے شادی کی ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہم نے زنا کیا ہے، تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک دونوں پر حد نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ دعویٰ نکاح سچا ہو چنانچہ اس احتمال سے شہدہ پیدا ہوتا ہے جس سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ باقی ائمہ اس کو شہدہ نہیں مانتے اور جو یہ کہے کہ ہم نے زنا کیا ہے اس پر حد لازم ٹھہراتے ہیں۔ جب تک کہ نکاح ثابت نہ ہو جائے۔

اور اگر ایک مرد اور ایک عورت مباشرت کرتے ہوئے پکڑے گئے اور دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے شادی کی ہے تو اکثر فقہاء کے نزدیک ان کا قول معتبر ہوگا اور ان سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ ان کے دعویٰ نکاح میں صدق کا احتمال ہے جس سے شہدہ پیدا ہوتا ہے اور اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے البتہ امام مالک کے نزدیک ان پر واجب ہے کہ وہ اپنا نکاح ثابت کریں اور اگر وہ نکاح ثابت نہ کر سکیں تو ان پر حد نافذ کی جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی نے کسی جرم یا حق کا دعویٰ طویل مدت کے بعد کیا یا کسی جسم یا حق کے بارے میں جو طویل مدت گزرنے کے بعد گواہی دی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ شہدہ کا معاملہ ہوگا اور اس لئے یہ قابل قبول نہیں ہوگا اور اس سے حد لازم نہیں آئے گی۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک بھی شبہات کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) شبہہ محلی (۲) شبہہ فعلی (۳) شبہہ جہتی

۱۔ شبہہ محلی

شبہہ محلی یہ ہے کہ مثلاً حیض میں اپنی بیوی سے مباشرت کرے یا روزے میں اپنی بیوی سے مباشرت کرے تو ان صورتوں میں اصل محلی میں شبہہ قائم ہے۔ کیونکہ محلی یعنی بیوی پر شوہر کو اختیار ہے اور اہل حیثیت سے وہ اس کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے لیکن ان حالات میں وہ صرف اس لئے مباشرت نہیں کر سکتا کہ وہ جائز ہے یا صائمہ۔ لیکن اس پر حق کی وجہ سے پھر بھی شبہہ پیدا ہو جاتا ہے خواہ وہ تمحص اس کو حلال سمجھے یا حرام، اس لئے اس مباشرت پر اس کو حد کی سزا نہیں دی جائے گی۔

۲۔ شبہہ فعلی

شبہہ فعلی یہ ہے کہ مثلاً اگر کسی شخص کے بستے میں ایک عورت آگئی اور اس نے اس کے ساتھ مباشرت کی اور وہ یہ خیال کر رہا تھا کہ یہ میری بیوی ہے لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ اس کی بیوی نہیں تھی تو اس کا یہ فعل شبہہ تصور ہو گا۔

۳۔ شبہہ جہتی، یہ ہے کہ کسی فعل کے حلال اور حرام ہونے میں اشتباہ ہو اور اس کی بنیاد

فقہاء کا اختلاف ہو۔ پس ہر وہ حکم جس میں فقہانے اختلاف کیا ہو کہ یہ جائز ہے یا حرام ہے تو اس میں ان کا یہ اختلاف شبہہ پیدا کرتا ہے اور اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے، مثلاً امام ابوحنیفہ بلاولی نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں، امام مالک بغیر گواہ کے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں، اور حضرت ابن عباس نکاح منع کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ باقی جمہور فقہاء ان نکاحوں کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اور اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے نکاح کے بعد اگر عورت سے مباشرت کی جائے تو اس پر حد نہیں ہوگی،

اگرچہ وہ یہ جانتا ہو کہ یہ ناجائز ہے۔

فقہ حنفی اور فقہ شافعی میں شبہات کے ضمن میں کافی تفصیل پائی جاتی ہے اور ان پر مبنی بہت سی صورتیں بیان کی گئی ہیں جن میں حد و ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس مختصر مقالے میں ان تفصیلات کا بیان کرنا مشکل ہے اس کے علاوہ فقہ مالکی اور فقہ حنبلی میں بھی شبہات کا لحاظ ہے لیکن انہوں نے ان کو زیادہ وقت نہیں دی ہے۔ اس لئے ان کے فقہوں میں شبہات پر مرتب بحث نہیں کی گئی ہے اور نہ ان کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ البتہ اثبات حد میں وہ کافی تحقیق کے قائل ہیں تاکہ اس جرم سے مستثنیٰ قسم کے سوال کا جواب دیا جائے اور کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔

مندرجہ بالا بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ہر شبہ پر دلیل قطعی نہیں ہے یعنی نہ قرآن کی آیت، نہ حدیث نہ اجماع، بلکہ فقہانے احادیث اور اقوال صحابہ سے قیاساً استنباط کر کے شبہات کا ثبوت ہیا کہ کے حدود کو ساقط کر دیا ہے۔ اور چونکہ چاروں فقہوں کے بانیوں کے زمانہ میں لوگوں کی حالت صحابہ و تابعین کی برکت سے اچھی تھی ان میں محبوث بولنے اور جرم باحق چھپانے کا عام رواج نہیں تھا۔ وہ لوگ صاحب کردار تھے۔ اس لئے اس قسم کی سوسائٹی میں تو ایسے شبہات واقعی حدود کو ساقط کر دیتے ہیں۔ لیکن جب لوگوں کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ نہ تو وہ سچ بولتے ہیں اور نہ وہ جرم کا اقرار کرتے ہیں تو ان شبہات سے ایسے لوگ واقعی ناجائز فائدہ اٹھائیں گے اور کوئی حد نافذ ہی نہیں ہو سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض متاخرین اور مصاصرین نے ان شبہات پر اعتراضات کئے ہیں اور ان کو بالکل باطل قرار دے دیا ہے اس ضمن میں علامہ ابن القیم نے اپنی مشہور کتاب اعلام المتوہمات کی جلد اولیٰ اور دوم میں جلیوں اور شبہات پر کافی بحث کی ہے اور ان کو باطل قرار دیا ہے۔ چنانچہ چوری میں شبہات سے حد ساقط کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں: "ان فقہاء کے شبہات کو صحیح مان لینے کے بعد دنیا میں کسی چور کا ہاتھ کسی طرح ہی نہیں کٹ سکتا۔ چور بائیں عام ہوں گی اور دنیا کا امن فارت ہو جائے گا۔ کہتے ہیں کہ ایک نعب لگانے دو سزا شریک جرم اندر چلا جائے یا اپنے غلام کو اندر بھیج دے اور وہ اسباب نکال لائے۔ تو ہاتھ

شبہہ کی وجہ سے نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چوری کرتے پکڑا گیا تو اس نے کہا کہ یہ میرا مال ہے تو اس میں شبہہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے چوری کی حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر چور نے چوری کے مال کی شکل بگاڑ دی تو بھی شبہہ پیدا ہوتا ہے اور اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح اگر چور یہ کہے کہ مالک مکان نے ہی مجھے اپنے گھر میں داخل کیا تھا اور اپنے گھر کا دروازہ میرے لئے کھولا تھا تو بھی شبہہ پیدا ہوتا ہے اور حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے شبہات ہیں جن سے چور کے ہاتھ کٹنے سے بچ جاتے ہیں۔ لیکن یہ سب جیلے باطل ہیں ان سے ہرگز چور کے ہاتھ کٹنے سے بچ نہیں سکتے نہ اس قسم کی باتوں کو شبہہ کا سبب قرار دیا جاسکتا ہے۔ نہ شریعت کو یہ لائق ہے کہ وہ ایسے جیلے سکھائے نہ کوئی عادل بادشاہ اپنی سلطنت میں یہ لغو قانون جاری کر سکتا ہے۔ جو شریعت دنیا کی اصلاح کے لئے ہوا اس میں ایسے مسائل کا ہونا اس شریعت کا حسن کھو دینے کے لئے کافی ہے۔ یہ تو کھیل ہے نہ کہ قانون یہ ظلم ہے نہ کہ عدل یہ باطل ہے نہ کہ حق یہ شیطیت ہے نہ کہ شریعت۔“

بہر حال آجکل اگر غور سے دیکھا جائے تو ان شبہات کی موجودگی میں واقعی کوئی حد نافذ ہی ہی نہیں کی جاسکتی ہے مثلاً آج کل اگر ایک مرد اور عورت کو مباشرت کرتے ہوئے پکڑا گیا اور ان کو یہ معلوم ہو کہ اگر ہم نے یہ کہا کہ ہم نے شادی کی ہے تو ہم بچ جائیں گے تو وہ تو ضرور کہیں گے اگرچہ انہوں نے واقعہ شادی نہ بھی کی ہو۔ تو اس صورت میں حد کا نفاذ مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے اس مسئلے میں اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ حالات حاضرہ کے تقاضوں کو مد نظر رکھا جائے اور مختلف فقہاء کی آراء پر غور کیا جائے اور پھر سب سے ایک منفقہ لائحہ عمل نکالا جائے تاکہ آجکل کے معاشرہ میں مجرم ایسے شبہات کی بنیاد پر سزا سے بچ سکے اور معاشرہ جرائم سے محفوظ رہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ نیل الاوطار شوکانی جلد ۷ صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱۔
- ۲۔ الفتوح الجہانی الاسلامی جلد ۲ صفحہ ۳۵۹۔
- ۳۔ ترمذی
- ۴۔ نسائی ابن سائبہ البرد اواد
- ۵۔ ابن ماجہ
- ۶۔ کتاب الفقہ علی المذہب الاربعیہ علامہ جزیری، جلد ۵ صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵
- ۷۔ ایضاً
- ۸۔ التفریح الجہانی جلد ۲ صفحہ ۳۶۲
- ۹۔ بلع الصنائع جلد ۷ صفحہ ۳۶۰، ۳۶۱۔
- ۱۰۔ الفتوح الجہانی الاسلامی جلد ۲ صفحہ ۳۶۱ تا ۳۶۲